آقائے سعید نفیسی

عالم اسلام کا مشہور تاریخی مدرسۂ نظامیہ بغداد

بغداد کا شہرۂ آفاق مدرسۂ نظامیہ سلطان الپ ارسلان کے وزیر خواجہ نظام الملک طوسی نے قائم کیا تھا۔ وہ ۱۵ر ذی القعدہ ۴۰۸ھ میں طوس کے ایک نواحی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اور نہاوند کے قریب اصفہان سے بغداد جاتے ہوئے فرقۂ باطنیہ کے ایک نوجوان کے ہاتھوں رمضان ۴۸۵ھ میں مارے گئے۔ خواجہ نظام الملک انتیس سال تک وزیر رہے۔ اپنے اس طویل زمانۂ وزارت میں دن ہوتا یا رات، وہ سفر میں ہوتے یا حضر میں، انھوں نے علما کے اعزاز و اکرام اور ارباب معرفت و کمال کی امداد و اعانت میں کبھی کوتاہی نہ کی۔ وہ اپنی ساری آمدنی اہل علم و ادب، اصحاب فنون اور فقرا پر صرف کر دیا کرتے تھے۔ انھیں مدارس کے قیام اور خانقاہوں کی تعمیر سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ خواجہ نظام الملک نے خاص اصفہان میں صوفیہ کے لیے ایک خانقاہ بنائی۔ وہ شعرا کو بھی بڑی دریا دلی سے انعام و اکرام دیتے تھے۔ لیکن علما اور اصحاب علم و فضل کا وہ سب سے زیادہ احترام کرتے تھے۔ چنانچہ جب ان کے پاس امام الحرمین ابو المعالی جوینی اور ابو القاسم قشیری آتے تو وہ ان کی عزت افزائی کے لیے سرو قد کھڑے ہو جاتے اور انھیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

علوم و فنون کی حوصلہ افزائی اور امداد کے سلسلے میں خواجہ نظام الملک کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ایرانی شہروں اور سلطنت کے دوسرے حصوں میں کثرت سے مدارس قائم کیے۔ یہ مدارس اصفہان، نیشاپور، بصرہ، ہرات، بلخ، بغداد اور اقصائے روم میں بنائے گئے۔ ان مدارس کی اس زمانے میں وہی حیثیت تھی، جو آج جامعات یعنی یونیورسٹیوں کی ہے۔ ان میں وہی طالب علم آتے تھے، جو ابتدائی تعلیم حاصل کر چکے ہوتے تھے۔ ان کے قیام کا انتظام ان مدارس ہی میں ہوتا۔ وہ ان میں تعلیم پاتے، اور ان کے نان و نفقہ اور لباس وغیرہ کی ذمہ داری بھی انھی پر ہوتی۔ ان سب کو نظامیہ کہا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کے بانی نظام الملک تھے۔ ان تمام مدارس میں سے سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ

۱؎ آقائے سعید نفیسی مرحوم ایران کے ایک بلند پایہ ادیب اور مشہور محقق تھے۔ مدیر

مشہور مدرسۂ نظامیہ بغداد تھا۔ اس سے ملحق بہت سے اوقاف تھے۔ اور اس کے مدرس مشاہیر علما ہوتے۔ پھر یہاں سے بڑے بڑے جلیل القدر علما بھی فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔

خواجہ نظام الملک طوسی پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس طرز کے مدارس کی بنیاد رکھی۔ بعد میں اس طرح کے جو مدارس بنے وہ دراصل مدارس نظامیہ ہی کی تقلید تھی۔ چنانچہ انہی کے تتبع میں قاہرہ میں ایک مدرسہ بنایا گیا۔ اسی طرح بعد میں یورپ والوں نے اس کی تقلید کی، اور اپنے ہاں دار العلوم بنائے۔

اصفہان کے مدرسۂ نظامیہ کے متعلق "العراضة فی حکایة السلجوقیة" کے مصنف نے لکھا ہے کہ نظام الملک نے جامع مسجد کے قریب یہ مدرسہ بنایا۔ اس کی عمارت ہر اعتبار سے حسن کا نمونہ تھی۔ اس کی ایک طرف مینارہ تھا، جو صنعت کاری کا نادر شاہکار تھا۔ اس کے اوقاف کی آمدنی دس ہزار دینار تھی۔ مدرسہ نظامیہ نیشاپور کی خصوصیت یہ تھی کہ وہاں کچھ عرصہ امام الحرمین ابو المعالی جوینی مدرس رہے۔ فارسی کے مشہور شاعر انوری اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔ مدرسۂ نظامیہ بلخ کے فارغ التحصیل طلبہ میں سے رشید الدین الوطواط بحیثیت ایک ادیب و شاعر کے بہت مشہور ہوئے۔ بصرے کے مدرسہ نظامیہ کے بارے میں "تجارب السلف" کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ مدرسہ نظامیہ بغداد سے زیادہ خوبصورت اور بڑا تھا لیکن مستعصم کے دور کے اواخر میں وہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ اور اسی کے ملبے سے بصرہ میں ایک اور مدرسۂ نظامیہ کی تعمیر کی گئی، جس کے پرانے آثار اب تک ملتے ہیں۔

مدرسۂ نظامیہ بغداد کی تعمیر دو سال میں مکمل ہوئی۔ ہفتے کے دن ۱۰ ذی القعدہ ۴۵۹ھ کو اس کا افتتاح ہوا۔ نظام الملک نے شیخ ابو اسحاق شیرازی کو مسند تدریس پر فائز کیا تھا۔ افتتاح کے دن بہت سے علما، طلبہ اور معززین بلائے گئے۔ سب لوگ شیخ ابو اسحاق شیرازی کا انتظار کر رہے تھے، لیکن وہ نہ آئے۔ ہوا یہ کہ جب شیخ موصوف مدرسہ کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں ان کو ایک لڑکا ملا۔ اس نے شیخ سے کہا کہ آپ اس جگہ کیسے درس دیں گے جو زبردستی حاصل کی گئی ہے۔ چنانچہ یہ سن کر شیخ ابو اسحاق شیرازی روپوش ہو گئے اور مدرسہ میں نہ آئے۔ جب حاضرین انتظار کرتے کرتے تھک کر مایوس ہو گئے تو مدرسۂ نظامیہ کے مہتمم تعمیرات شیخ ابو المنصور نے شیخ ابو نصر بن صبّاغ مصنف "الشامل" سے افتتاح درس کرا دیا۔ جب یہ خبر نظام الملک کو پہنچی تو انھوں نے متعلقہ افسر ابو سعید کی سخت گرفت کی۔ بعد ازاں نظام الملک شیخ ابو اسحاق کو برابر راضی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں درس دینے کو تیار ہو گئے۔ موصوف صرف

بیس دن درس دے سکے۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

نظام الملک مدرسہ نظامیہ بغداد میں کس قدر ذاتی دلچسپی لیتے تھے، اور اس کے نظم و نسق پر کتنی گہری نظر رکھتے تھے، اس کا پتہ ان دو واقعات سے چلتا ہے جو تاریخوں میں مذکور ہیں۔ جب مدرسہ تیار ہو گیا تو نظام الملک نے شیخ ابو زکریا خطیب کو مدرسہ کے کتب خانے کا مہتمم مقرر کیا۔ شیخ کو شراب نوشی کی لت تھی اور وہ رنگ رلیوں کے بھی مرتکب ہوتے تھے۔ مدرسہ کے چوکیدار نے اس کی اطلاع نظام الملک کو دی۔ نظام الملک ایک رات بھیس بدل کر آئے اور مدرسہ کی چھت پر سے شیخ مذکور کو سب کچھ کرتے دیکھ لیا۔ انھوں نے اس وقت شیخ کو کچھ نہ کہا۔ دوسرے دن نظام الملک نے مدرسہ کا رجسٹر منگوایا اور شیخ کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔ جس شخص کے ہاتھ نظام الملک نے شیخ کو نئی رقم بھجوائی، اس سے کہا کہ میری طرف سے شیخ کو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ شیخ کے زیادہ مصارف ہیں، ورنہ میں ان کی تنخواہ زیادہ مقرر کرتا۔ اس سے شیخ کو پتہ چل گیا کہ نظام الملک حقیقت حال سے واقف ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ بڑے نادم ہوئے۔ توبہ کی۔ نظام الملک سے معافی چاہی اور آئندہ کبھی ایسی حرکات نہ کیں۔

اس سلسلے کا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ مدرسہ نظامیہ بغداد کی تعمیر کے دوران نظام الملک کو بتایا گیا کہ اس کے ایک کارندے نے بے ایمانی کی ہے اور بہت سی رقم خورد برد کر لی ہے۔ جب اس کارندے کو معلوم ہوا کہ نظام الملک کو اس کی بے ایمانی کا پتہ چل گیا ہے تو وہ ڈر کر بصرہ بھاگ گیا۔ بعد میں نادم ہو کر نظام الملک کے پاس آیا۔ ان سے معافی چاہی اور کہا: اے خواجہ! آپ نے اللہ کے لیے یہ مدرسہ بنایا ہے۔ بس خورد برد کرنے والے کا معاملہ آپ اللہ کے حوالے کر دیجیے۔ اس سے آپ کو ثواب ملے گا۔ اور خائن کو اپنے کیے کی سزا۔ نظام الملک نے جواب میں کہا کہ مجھے اس مال کا غم نہیں جو تم نے اور تمہارے علاوہ دوسروں نے اس مدرسہ کی تعمیر میں کھایا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس مدرسہ کی عمارت اتنی مضبوط ہوتی، جتنی مسجد منصوری اور شفاخانہ عضدی کی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم لوگوں نے مسالے میں گڑبڑ کی ہے۔ مجھے ڈر یہ ہے کہ مدرسہ کی عمارت دیرپا نہیں ہو گی۔ اور جلد خراب ہو جائے گی۔

مشہور سیاح ابن جبیر اسلامی دنیا کی سیاحت کرتے ہوئے جب بغداد پہنچا تو اس وقت مدرسہ نظامیہ اپنے پورے عروج پر تھا۔ اور اس میں بڑی رونق تھی۔ وہ لکھتا ہے: اس (بغداد) میں کوئی تیس مدارس ہیں۔ اور یہ سب کے سب مشرقی حصے میں ہیں۔ ان میں کوئی ایسا مدرسہ نہیں، جس کی شاندار عمارت نہ ہو۔

ان سب مدارس میں عظیم ترین اور مشہور ترین مدرسہ نظامیہ ہے۔ اس مدرسہ کی تعمیر پر نظام الملک نے خود اپنے مال سے دو لاکھ دینار صرف کیے۔ اس کے اوپر نظام الملک کا نام لکھا ہوا ہے۔ مدرسہ کے اردگرد انھوں نے بازار بنائے ہیں، جن کی آمدنی مدرسہ کے لیے وقف ہے۔ علاوہ ازیں نظام الملک نے جائدادیں، حمام، گودام، اور دکانیں خرید کر مدرسہ کے لیے وقف کی ہیں۔ اس مدرسہ کے استادوں اور طالب علموں پر سالانہ پندرہ ہزار دینار خرچ ہوتے ہیں۔ اس میں چھ ہزار طالب علم ہیں۔ جو علوم دینی فقہ تفسیر، حدیث، نحو و صرف، لغت و ادب، اور دوسرے علم حاصل کرتے ہیں۔ ابن جبیر نے یہ مدرسہ ۵۸۱ھ میں دیکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مدرسہ نظامیہ کی طرح بغداد کے دوسرے مدارس کے لیے بھی جائدادیں وقف ہیں، جن کی آمدنی سے فقہا اور طالب علموں کے مصارف پورے کیے جاتے ہیں۔

۶۲۵ھ میں عباسی خلیفہ مستنصر نے ایک اور عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد رکھی، جو چھ سال میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اسے مدرسۂ مستنصریہ کا نام دیا گیا۔ اس مدرسہ میں، مدرسۂ نظامیہ کے برعکس جہاں صرف فقہ شافعی کی تعلیم ہوتی تھی، چاروں مذاہب فقہ، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی پڑھائے جاتے تھے۔ مزید برآں یہ مدرسہ مدرسۂ نظامیہ سے بڑا بھی تھا۔ اور جدید تر بھی۔ پھر اس میں چاروں مذاہب فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس لیے یہ جلد ترقی کر گیا۔ اور مدرسۂ نظامیہ رو بہ زوال ہونے لگا۔

ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامہ میں مدرسۂ نظامیہ کا ذکر کیا ہے۔ اس نے مدرسہ نظامیہ اور مدرسہ مستنصریہ کو اپنی سیاحت کے دوران ۷۲۸ھ میں دیکھا۔ وہ لکھتا ہے: بغداد کی مشرقی سمت میں کئی بازار ہیں، جو بڑے با ترتیب ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑا بازار "سوق الثلاثاء" ہے، جس میں ہر ہر چیز کی الگ الگ دکانیں ہیں۔ اس بازار کے وسط میں تعجب خیز مدرسہ نظامیہ ہے، جس کی خوبصورتی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ اس بازار کے آخر میں مدرسۂ مستنصریہ ہے، جو خلیفہ مستنصر باللہ کی طرف منسوب ہے۔ اس مدرسہ میں چاروں مذاہب فقہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ ہر مذہب فقہ کے لیے ایک ایوان ہے، جس میں ایک مسجد اور ایک درس و تدریس کی جگہ ہے۔ مدرس ایک لکڑی کے بنے ہوئے چھوٹے سے قبہ میں ایک کرسی پر بیٹھتا ہے، جس پر قالین بچھا ہوتا ہے۔ مدرس بڑے سکون و اطمینان اور وقار سے بیٹھتا ہے۔ اس کے سر پر عمامہ اور جسم پر سیاہ رنگ کا جبہ ہوتا ہے۔ مدرس کے دائیں اور بائیں مُعید (درس کو دہرانے والے) ہوتے ہیں کہ جو مدرس طالب علموں کو املا کراتا ہے، وہ اسے دہراتے ہیں، ان چاروں مذاہب فقہ

کی الگ الگ تعلیم کا یہ انتظام ہے۔ اس مدرسہ کے اندر طالب علموں کے لیے حمام، اور وضو کی جگہ ہے۔

بغداد کے مدرسۂ نظامیہ کے لیے مدرس، معید، واعظ اور کتب خانے کے مہتمم اپنے زمانے کے اکابر علما میں سے مقرر کیے جاتے تھے۔ اور مدرسہ کے ناظر اور متولی اس امر کا خاص خیال رکھتے تھے۔ وہ اکابر علما جو مدرسۂ نظامیہ بغداد کی مسند تدریس پر فائز ہوئے، ان میں سے سب سے مشہور حجۃ الاسلام محمد بن احمد الغزالی ہیں۔ انھوں نے مدرسہ میں ۴۸۴ھ سے ۴۸۸ھ تک چار سال پڑھایا۔ امام صاحب کی وفات سے ایک سال پہلے نظام الملک کے بیٹے ضیاء الملک نے ان سے پھر مدرسہ میں پڑھانے کی درخواست کی۔ اس وقت امام صاحب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک خانقاہ (رباط) میں عزلت نشین ہو گئے تھے۔ اور اپنے خاص مریدوں اور طالب علموں کی تعلیم و تربیت میں مصروف تھے۔ امام صاحب نے اس دعوت کے جواب میں فارسی میں ایک طویل خط لکھا، جو اپنی فصاحت اور حسن بیان میں ایک ادبی شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے مدرسہ بغداد میں تدریس کی ذمہ داری لینے سے معذرت کی۔ اور اس کے وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ وطن سے نکلنے کے دو محرک ہو سکتے ہیں۔ ایک دین کا مزید حصول، دوسرا دنیا کی مزید طلب۔ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے اس کی طلب کی خواہش میرے دل سے نکل چکی ہے۔ اور اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جہاں تک دین کے مزید حصول کا تعلق ہے، بے شک بغداد میں افادۂ علم کے مواقع زیادہ ہیں، اور وہاں اسباب بھی وافر ہیں، لیکن یہاں میرے پاس کوئی ڈیڑھ سو طالب ہیں، جو مجھ سے استفادہ کر رہے ہیں۔ انھیں بغداد منتقل کرنا اور ان کے لیے وہاں وسائل بہم کرنا بہت مشکل ہے۔ اور انھیں اگر اس طرح چھوڑ کر آ جاؤں، تو ان کے دل ٹوٹیں گے اور یہ اچھا نہیں لگتا۔

مدرسۂ بغداد میں نہ جانے کا ایک عذر امام صاحب نے یہ بھی دیا: میں جب آج سے تقریباً پندرہ سال قبل ۴۸۹ھ میں (فلسطین کے شہر) الخلیل پہنچا تو میں نے نذر مانی کہ آج کے بعد کبھی کسی حکمران کا مالی عطیہ قبول نہیں کروں گا اور نہ کبھی کسی حکمران کے ہاں سلام کے لیے جاؤں گا، اور نہ کسی سے مناظرہ کروں گا۔ اب اگر میں یہ نذر توڑ دوں گا تو اس کا اثر میرے دل پر پڑے گا۔ جس کے نتیجے میں میں دنیا اور دین کا کوئی کام نہ کر سکوں گا۔ اگر میں بغداد آتا ہوں تو لامحالہ مجھے مناظرے کرنا پڑیں گے۔ اور اسی کے ساتھ خلیفہ کے ہاں سلام کو بھی جانا پڑے گا۔ میں جب سے شام سے لوٹا ہوں، کبھی کسی کے ہاں سلام کو نہیں گیا اور نہ کوئی منصب لیا ہے۔ بس عزلت نشینی اختیار کر لی ہے۔ تمام عذرات سے سب سے بڑا عذر یہ ہے کہ میں کسی حکمران کا کوئی

مالی عطیہ قبول نہیں کرتا۔ بغداد میں میری کوئی ملکیت نہیں۔ اور وہاں معاش کا دروازہ بند ہے۔ یہاں طوس میں اس فقیر کی تھوڑی سی جائداد ہے، جو اس ضعیف اور اس کے بال بچوں کے لیے، جس طرح کی انتہائی کفایت شعاری اور قناعت کی میں زندگی گزار رہا ہوں، اس میں بہت کافی ہے۔ یہ تمام کے تمام عذر دینی ہیں۔ اور میرے نزدیک ان کی بڑی اہمیت ہے، خواہ دوسرے لوگ انھیں معمولی سمجھیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کے علاوہ مدرسۂ نظامیہ بغداد میں اور بھی بہت سے بڑے بڑے علما نے پڑھایا، اور اس سے جو فارغ التحصیل ہو کر نکلے ان میں سے جو حضرات بہت زیادہ مشہور ہوئے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: شیخ سعدیؒ (متوفی ۶۹۴ھ) نے مدرسۂ نظامیہ بغداد میں تعلیم پائی تھی۔ اور اس کی طرف انھوں نے اشارہ بھی کیا ہے۔ آپ نے فن خطابت کی تحصیل ابو الفرج بن جوزی سے کی۔ بعض لوگوں نے شیخ سعدیؒ کے حالات زندگی کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے مدرسۂ نظامیہ بغداد میں جہاں موخر الذکر مدرس تھے، تعلیم پائی۔ یہ صحیح نہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی مدرسۂ مذکور میں کبھی مدرس نہیں رہے۔ البتہ بغداد میں ان کی اپنی خانقاہ تھی۔ جہاں لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور وہ وہاں درس بھی دیتے تھے۔ شیخ سعدیؒ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے اگر پڑھا ہے تو ان کی اسی خانقاہ میں پڑھا ہے۔

جب بغداد فتنوں اور لڑائیوں کا آماج گاہ بنا۔ اور اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی تو مدرسۂ نظامیہ کی حالت بھی خراب ہو گئی۔ چنانچہ ایک عرصے تک اس کی کسی نے خبر نہ لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی عمارتیں ٹوٹ پھوٹ گئیں، اور ان کی جگہ بغداد کا ایک بڑا محلہ بس گیا۔ پہلی جنگ عظیم تک اس عظیم تاریخی مدرسہ کے صرف ایک دروازے کے کچھ آثار ملتے تھے اور بس۔

(اصل مضمون فارسی میں تھا۔ اس کا عربی ترجمہ بغداد کے رسالے 'مجلۃ المجمع العلمی العراقی' میں چھپا۔ وہاں سے یہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے)۔